


صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ عبدیت

مَجْلِسِ عَلَمَاءِ نِظَامِیہ


042-37374429 0315-7374429
alnizamia7374429@gmail.com

مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

 Jamia nizamia rizvia
Like Our Page

 Jamia Nizamia Rizvia
Subscribe our channel

 مجلس علماء نظامیہ پاکستان
Follow our Account

 مجلس علماء نظامیہ پاکستان
Join our channel

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَعْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

سُبْحَنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيْهِ مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ. [بنی اسرائیل 1:17] فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهِ مَا اَوْحٰى... [النجم 15:53]

انسان کی فطرت ہے کہ وہ حُسن و جمال اور خوب صورت آواز کی طرف کھپا چلا جاتا ہے، اسی طرح کوئی بلند و بالا اوصاف سے متصف ہو، اُس کا کردار اعلیٰ، سیرت عمدہ اور اخلاق اچھے ہوں تو انسان کے دل میں اُس کی محبت پیدا ہونے لگتی ہے۔⁽¹⁾

اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ اُس کی مخلوق سرورِ عالم ﷺ سے محبت کرے، چنانچہ اُس نے آپ ﷺ کی ذاتِ والا برکات میں محبت کے تمام اسباب جمع فرمادیے۔ سب سے زیادہ حُسن و جمال بھی سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چاند ﷺ کو ہی عطا فرمایا، بلند تر سیرت و کردار سے بھی تاجدارِ انبیا ﷺ ہی کو نوازا، خُلُقِ عظیم کے منصب پر بھی ماہِ مدینہ ﷺ ہی کو فائز فرمایا، بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ پوری کائنات میں بکھرے ہوئے کمالات کو اُن کے پورے جو بن کے ساتھ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں سمیٹ دیا اور اولین و آخرین کو دی جانی والی خوبیاں بے پناہ اضافہ کے ساتھ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جمع فرمادیں۔

اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو اعلانِ نبوت کے گیارہویں سال (مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے دو سال پہلے)، رجب کی ستائیسویں شب، پیر کی رات میں ایک انوکھی اور منفرد سیر کرائی جسے ”معراج“ کہا جاتا ہے۔ خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے اس سفرِ معراج میں اپنے حبیب ﷺ سے ایسی محبت کا اظہار فرمایا جو نہ پہلے کسی کو نصیب ہوئی نہ بعد میں ہوگی... تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا امام بنایا، لامکاں کی بلندیوں پر پہنچا کر بغیر کسی واسطہ کے اپنے کلام کا شرف عطا کیا اور حالتِ بیداری میں سر کی آنکھوں سے اپنے دیدار کا اعزاز بخشا، بلکہ اتنے کمالات عطا کیے جنہیں شمار کرنا ممکن ہی نہیں۔

مرزا اسد اللہ خان غالب نے کہا:

غَالِبِ ثَنَائِ خَواجہ بہ یَزْدَاں مَکْزِ اَشْتَمِ
کَاں ذَاتِ پَاکی مَرْتَبَہ دَاں مُحَمَّدِ اسْت⁽²⁾

¹ اَلْمَيْلُ قَدْ يَكُونُ لِمَا يَسْتَلِذُّهُ الْاِنْسَانُ وَيَسْتَحْسِنُهُ، تَحْسِنُ الصُّوْرَةَ وَالصَّوْتِ وَالطَّعَامِ وَنَحْوَهَا، وَقَدْ يَسْتَلِذُّهُ بِعَقْلِهِ لِمَعَانِي الْبَاطِنَةِ، كَمَحَبَّةِ الصَّالِحِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ وَاهْلِ الْفَضْلِ مُطْلَقًا، وَقَدْ يَكُونُ لِاحْسَانِهِ اِلَيْهِ وَدَفْعِهِ الْمَضَارَّ وَالْمَكَارَةَ عَنْهُ، وَهَذِهِ الْمَعَانِي كُلُّهَا مَوْجُودَةٌ فِي النَّبِيِّ ﷺ... (شرح النووی علی مسلم، تحت حدیث: ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان)

² غالب! سرکارِ دو جہاں ﷺ کی تعریف و ثنا ہمارے بس میں نہیں، اُن کی تعریف رب تعالیٰ ہی کر سکتا ہے؛ کیونکہ اُس کے علاوہ اُن کا مرتبہ کسی کو معلوم ہی نہیں۔

سفر معراج سے متعلق قرآن مجید کی آیات طیبات کا مطالعہ کریں تو ہر حرف سے رب تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور بندہ

سوچنے لگتا ہے کہ جب اس سفر پاک کا تذکرہ اتنی محبت سے ہے تو کلام و دیدار میں محبت کے کیا کیا جلوے نمایاں ہوئے ہوں گے!

مفسرین کرام نے آیات معراج کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے بلند مقامات کو اپنی طاقت کے مطابق تفصیل سے ذکر کیا اور

بہت سے نکات بیان فرمائے، ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے حبیب ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ”محمد“ یا ”احمد“ ذکر نہیں کیا، بلکہ سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم... دونوں مقامات پر انھیں ”عبدہ“ (اپنا خاص بندہ) کہہ کر یاد فرمایا ہے۔

آج کے خطبہ میں ذکر ہو گا اللہ تعالیٰ نے انھیں ”اپنا خاص بندہ“ فرما کر ان کی کیسی عزت افزائی کی ہے؟ اور ہمیں اس

سے کیا کیا سبق ملتے ہیں؟

عبدیت کا مفہوم

”عبدیت“ / عبودیت / بندہ ہونے کا مفہوم ہے: کسی کی تعظیم کرنا اور اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا۔ اگر

عاجزی کرنے والا عاجزی کی حد کر دے اور جس کی تعظیم کر رہا ہے اُسے معبود سمجھے تو اسے ”عبادت“ (بندگی) کہتے ہیں۔⁽¹⁾

آسان الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شرعی طور پر ”عابد“ (بندہ) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو معبود سمجھ کر اُس کے سامنے حد درجہ کی

عاجزی کرے اور اپنی مرضی ختم کر کے ہر کام اپنے مالک جلّ جلالہ کی مرضی کے مطابق کرے۔

بندگی کا سلیقہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا سلیقہ ایک غلام سے سیکھا ہے۔ وہ یوں کہ میں بازار

سے ایک غلام خریدنے گیا، اُس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا: جو آپ رکھ دیں۔ پوچھا: کیا کھاتے ہو؟ اس نے کہا: جو آپ کھلا دیں۔

پوچھا: کیا پیتے ہو؟ کہا: جو آپ پلا دیں۔ پوچھا: آخر تمہاری بھی تو کوئی خواہش ہوگی! کہنے لگا: میری ایک ہی خواہش ہے: ”آقا کے حکم کی

تعمیل کرنا اور اُسے راضی کرنا“۔ غلام کی اس گفتگو سے مجھے سمجھ آئی کہ اگر غلامی کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی مرضی ختم کر دی جائے تو رب تعالیٰ

کی عبدیت کا تقاضا کیا ہوگا؟

الْعُبُودِيَّةُ: إِظْهَارُ التَّذَلُّلِ، وَالْعِبَادَةُ أَبْلَغُ مِنْهَا، لِأَنَّهَا غَايَةُ التَّذَلُّلِ... (المفردات في غريب القرآن للأصفهاني، ص: 542)

مزید وضاحت کے لیے دیکھیے: علم القرآن، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ، ص: 83

اللہ تعالیٰ کا عبد (بندہ) ہونا سب سے بڑا اعزاز ہے

اللہ جلّ جلالہ نے انسان کو بہت سے امتیازات عطا فرمائے اور کئی عزتوں سے نوازا، تاہم انسان کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کا بندہ (عبد) بننے کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جسے رب تعالیٰ کی بندگی (عبودیت) اور سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غلامی نصیب ہو جائے اُسے ثواب بھی ملتا ہے، دونوں جہان میں عزت بھی عطا ہوتی ہے، فرشتے اور رب تعالیٰ کے نیک بندے بھی اُس سے پیار کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہو جاتا ہے۔

پیدائش کا مقصود: قرآن و حدیث میں جا بجا عبادت و بندگی کا حکم فرمایا گیا ہے، بلکہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصود ہی اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ ”اور میں نے جن اور انسان اسی لیے بنائے کہ وہ میری عبادت کریں۔“ [الذاریات 51:56]

پسندیدہ نام: اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ انسان خود کو اُس کا بندہ سمجھے اور کہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جانِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ»۔ یعنی ”اللہ تعالیٰ کو بندوں کے جو نام بہت ہی پسند ہیں، اُن میں سے ”عبد اللہ“ اور ”عبد الرحمن“ بھی ہیں۔“ (جامع ترمذی، حدیث: 2833) کیونکہ ان ناموں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اظہار ہے۔⁽¹⁾

یاد رہے کہ بندے کا نام ”رحمن“ نہیں ہو سکتا، یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے، بندے کا نام ”عبد الرحمن“ ہوتا ہے۔

وہ جن کی بندگی پر خدا کو ناز ہے

اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا انسان کے لیے اعزاز ہے اور بے شمار انسان خود کو ”عبد اللہ“ (اللہ کا بندہ) کہتے ہیں۔ حدیث پاک کے مطابق ”عبد اللہ“ رب تعالیٰ کے پسندیدہ ترین ناموں میں سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں قوم کو اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَتَّبِعِیْ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ ”بے شک میں عبد اللہ (اللہ کا بندہ) ہوں، اللہ نے مجھے

الہا فیہما من الاعتراف بالعبودیۃ والتعلق بذات اللہ تعالیٰ المستجمع لصفات الکمال، والتمسک بصفاته المقدسة، والظاهر أن حکمہ جمیع الأسماء التي یضاف فیہا العبد إلى اسم من أسمائه تعالیٰ كذلك۔۔۔ ثم إنه قد قُیِّد فی بعض الحواشی بقوله: بعد أسماء الأنبياء۔ (لمعات التنقیح)

کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔“ [مریم 30:19]

اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں صرف ہمارے آقا و مولا ﷺ کی ہی یہ شان ہے کہ انھیں خود رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں ”عبد اللہ“ فرمایا ہے اور اُن کے بندہ ہونے پر رب تعالیٰ کو بھی ناز ہے۔

عبد اللہ: اللہ عزّوجلّ نے آپ کو ”عبد اللہ“ کا خطاب عطا کرتے ہوئے فرمایا: **وَإِنَّكَ لَبَنَّا قَامَر عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا**۔ یعنی ”جب اللہ کا پیارا بندہ عبادت کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو (قرآن مجید سننے کے لیے اتنے زیادہ جنات حاضر ہوئے کہ) قریب تھا وہ (جن) اُس پر ہجوم کر دیتے۔“ [الحج 19:72]

لقب عبد اللہ کی عظمت: اللہ عزّوجلّ کسی چیز کی اپنی طرف نسبت فرمائے تو یہ معمولی بات نہیں، وہ جس چیز کو انتہائی اعزاز سے نوازا ناچاہے اُس کی اپنی طرف نسبت فرماتا ہے۔ جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے تمام گھروں میں بلند شان عطا فرمائی وہ ”اللہ کا گھر“ کہلاتا ہے، سیدنا صالح علیہ السلام کو جو اونٹنی معجزہ کے طور پر عطا کی گئی اُسے قرآن مجید نے ”ثاقفہ اللہ“ فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ نے بے شمار اعزازات عطا کیے، ہر اعزاز زری شان والا ہے، یہ بھی منفرد اعزاز ہے کہ خالق کائنات نے انھیں ”عبد اللہ“ فرمایا ہے۔

عبد خاص: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس کو بھی اپنا بندہ فرمایا ہے، ساتھ ہی اُس کی پہچان کے لیے اُس کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: {وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا دَاوُدَ} (ص 38:17) اور ایک مقام پر فرمایا: {وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا نَا أَيْوُبَ} (ص 38:41) البتہ محبوب خدا ﷺ کا یہ اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی انھیں ”اپنا بندہ“ فرمایا ہے ساتھ اُن کا نام ذکر نہیں فرمایا، خواہ معراج کا تذکرہ ہو یا کسی اور بات کا، ہر جگہ نام لیے بغیر صرف ”اپنا پیارا بندہ“ فرمایا ہے۔ ذکر معراج کے علاوہ ارشادات ربّانیہ ہیں:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا﴾۔ ”تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے محبوب بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اُس (کتاب) میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں رکھا۔“ [الکہف 1:18]

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾۔ ”بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبدِ خاص پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈرسانے والا ہو۔“ [الفرقان 1:25]

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ...﴾ ”کیا اللہ اپنے محبوب بندے کے لیے کافی نہیں؟“ (یقیناً کافی ہے) [الزمر 36:39]

﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ..﴾ ”اللہ وہی ہے جو اپنے خاص بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے، تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان

رحمت والا ہے۔“ [الحديد 9:57]

نام ذکر نہ کرنے کی حکمت: درج بالا تمام آیاتِ مطہرہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو ”اپنا پیارا بندہ“ فرمایا، نام ذکر نہیں کیا، اس اُسلوب کی حکمت سمجھنے کے لیے یہ اُصول جان لیجیے کہ اگر کوئی خوبی متعدد افراد میں پائی جاتی ہو تو اُن میں سے ایک کو معین کرنے کے لیے اُس کا نام ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے... جب کہ کوئی وصف صرف ایک ہی شخص میں پایا جاتا ہو تو وہ شخص پہلے سے معین ہے، اُس کا نام لینے کی ضرورت ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بندے بے شمار ہیں؛ اس لیے رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں کسی کو ”اپنا بندہ“ فرمایا تو اُس کا نام بھی ذکر کیا؛ تاکہ وہ معین ہو جائے... جب کہ ایسا بندہ جس کے بندہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کو ناز ہے، جو تمام بندوں میں منفرد اور ممتاز ہے، جو اللہ تعالیٰ کا محبوبِ خاص ہے... وہ ایک ہی ہے، اس لیے قرآن مجید میں جہاں بھی انھیں ”اپنا بندہ“ فرمایا، نام ذکر نہیں کیا؛ کیونکہ جب ہی ایک تو نام لے کر معین کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔⁽¹⁾

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے لکھا: حضور انور (ﷺ) بھی اللہ کے عبد ہیں اور ہم بھی اللہ کے عبد و بندے ہیں، مگر دونوں کی عبدیت میں فرق یہ ہے کہ ہم کو ناز ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور دستِ قدرت کو ناز ہے کہ حضور انور میرے بندے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الاول، تحت حدیث: 5752)

اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا:

عَبْدٌ دِیْگَرِ عِبْدُہٗ چِیزِ دِگَرِ
مَا سِرَآپَا مُنْتَظَرِ اَوْ مُنْتَظَرِ⁽²⁾

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

¹ وَسَمَّاہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْعَبْدِ الْمَطْلُوعِ وَلَمْ یُسَمَّ غَیْرَہٗ اِلَّا بِالْعَبْدِ الْمُقَیَّدِ بِاسْمِہِ۔ کَمَا قَالَ: {وَادْكُرْ عَبْدًا اَيُّوبَ} {وَادْكُرْ عَبْدًا دَاوُدَ} وَغَیْرَہُمَا؛ وَذٰلِكَ لِاَنَّ كَمَالَ الْعُبُوْدِیَّةِ مَا تَهَيَّأُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ اِلَّا لِحَبِیْبِہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ... (روح البیان، تحت البقرة: 32)

² ہم بھی ”عبد“ (بندے) ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور اُس کی رحمت کے منتظر ہیں، جب کہ جنھیں اللہ تعالیٰ ”میرا پیارا بندہ“ فرماتا ہے وہ ایسے بے مثال ہیں کہ مالکِ جلّ جلالہ اُن کی رضا چاہتا ہے اور اُس کی رحمت اُن کے اشارہ کا انتظار کرتی ہے۔

صاحبِ معراج ﷺ کی شانِ عبدیت

ایک طرف ربّ تعالیٰ کی اپنے محبوب ﷺ پر عنایات بے انتہا ہیں تو دوسری طرف نبی رحمت ﷺ کی اپنے رب کی بارگاہ میں نیاز مندی اور عاجزی بھی بے مثال ہے۔ وہ انھیں ”پسنا حنا ص بندہ“ کہہ کر عزت افزائی فرماتا ہے اور یہ اُس کا بندہ ہونے کو اپنے لیے سب سے بڑی عزت سمجھتے ہیں۔

شاہی نہیں، بندگی: اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يَا عَائِشَةُ! لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الدَّهَبِ**۔ ”اے عائشہ! اگر میں (دنیاوی مال و دولت) چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔“ پھر فرمایا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آکر کہنے لگا: **إِنَّ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، إِنَّ شِئْتَ عَبْدًا نَبِيًّا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا**۔ یعنی ”اللہ تعالیٰ آپ کو سلام عطا کرتا ہے اور اختیار دیتا ہے کہ آپ چاہیں تو نبی ہونے کے ساتھ بندگی کا وصف رکھیں اور چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہی کا وصف اپنائیں (جیسا سیدنا سلیمان علیہ السلام نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی)۔“ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کی مشاورت سے وصفِ نبوت کے ساتھ بندگی (عاجزی) کو پسند فرمایا۔

(دلائل النبوة للبيهقي، حدیث: 541، تاریخ دمشق، ج: 4، ص: 74، رقم: 890^[1])

شکر گزار بندہ: اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کے صدقے میں اللہ تعالیٰ پہلے والوں اور بعد والوں کی مغفرت فرمائے گا (آپ کو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل ہے، پھر اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟)، آپ ﷺ نے فرمایا: **يَا عَائِشَةُ! أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟** ”عائشہ! کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟“^[2] (متفق علیہ، صحیح مسلم، حدیث: 2820)

¹ یہ حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث: 6710) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کیے: **جَلَسَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: إِنَّ هَذَا الْمَلَكُ مَا نَزَلَ مِنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أُرْسِلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ، قَالَ: أَمَلَكَا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ أَوْ عَبْدًا رَسُولًا، قَالَ جِبْرِيلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ! قَالَ "بَلْ عَبْدًا رَسُولًا"**۔ (مسند احمد، حدیث: 7160)

² عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى قَامَ حَتَّى تَفْطَرِ رِجْلَاهُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَصْنَعُ هَذَا؟ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ! أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا»۔

شبِ معراج اور شانِ عبدیت

شروع میں ذکر ہوا کہ ”بندہ“ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو معبود سمجھ کر اُس کے سامنے حد درجہ کی عاجزی کرے اور اپنی مرضی کو ختم کر کے ہر کام اپنے مالک جلّ جلالہ کی مرضی کے مطابق کرے۔ بندگانِ خدا کے سردار ﷺ جہاں اپنے باقی اوصاف میں بے مثال ہیں، وہیں اُن کی شانِ عبدیت بھی بے مثل و بے مثال ہے... اُن کی طرح بندگی نہ کسی نے کی ہے، نہ کوئی کر سکے گا۔

علمائے لکھا: انسان کے دل میں کئی چیزوں کی محبت ہوتی ہے، رب تعالیٰ کی بندگی کا تقاضا ہے کہ دل میں صرف اُسی کی محبت ہو، اگر کسی اور کی محبت ہے تو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو۔ جوں جوں دل غیر خدا کی محبت سے پاک ہوتا جاتا ہے توں توں بندگی کامل ہوتی جاتی ہے اور جب دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی شے کی محبت باقی نہیں رہتی تو بندگی کامل ہو جاتی ہے۔⁽¹⁾

شبِ معراج رسول اللہ ﷺ نے جس شان کے ساتھ رب تعالیٰ کی بندگی کی، اُسے سمجھنے کے لیے اس بات پر غور کیجیے کہ جب کوئی شخص نئی جگہ جاتا ہے تو اُس کی کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے، اگر یہ جگہ خوب صورت ہو تو اُس کے حُسن میں گم ہو جاتا ہے اور بھیانک ہو یا سفر تنہائی کا ہو تو وحشت اور اُداسی چھا جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے شبِ معراج وہ جلوے دیکھے جو نہ پہلے کسی کو نصیب ہوئے، نہ بعد میں ہوں گے... وہ نظارے کیے جن کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا ہے... ساتوں آسمانوں سے اوپر... عرش و کرسی سے بھی اوپر... نہ جانے کیا کیا دیکھا... وہ بھی تنہا، نہ کوئی ہمراہی تھا نہ کوئی ساتھی... اس کے باوجود رب تعالیٰ کی محبت اور اُس کی بارگاہ میں عاجزی اس قدر اور غیر اللہ سے بے نیازی اتنی کہ نہ تو مخلوق کے نظاروں نے دیدارِ باری تعالیٰ سے غافل کیا اور نہ ہی شوق کے غلبہ سے عاجزی کا دامن ہاتھ سے چھوٹا، بلکہ ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے اس شان کے ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار کیا کہ محبت کے تقاضوں کو بھی زینت دی اور ادب کی منزلوں کو بھی عروج بخشا، حتیٰ کہ جلوہ دکھانے والے نے خود تعریف کرتے ہوئے فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۚ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ۔ ”آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی“ یقیناً انھوں نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ [النجم 53: 17، 18]

نکتہ: اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ”دل کسی طرف پھر نہ حد سے آگے بڑھا“، بلکہ فرمایا: ”آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی“۔ اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شبِ معراج رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے اور دل

¹ وَ كَمَالُ الْعِبَادِيَّةِ فِي كَمَالِ الْحُرِّيَّةِ عَنِ مَا سِوَى اللَّهِ وَهُوَ (ﷺ) مُخْتَصٌّ بِهَذِهِ الْكَرَامَةِ، كَمَا أَتَى عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ۔ (روح البیان، تحت البقرة: 32)

کی آنکھوں سے نہیں، سر کی آنکھوں سے کیا ہے۔⁽¹⁾

شاعر نے کہا:

موسى ز هوش رفت بيگ پرتو صفات
ثو عين ذات مى نگرى در تبسمى⁽²⁾

نسبتِ عبدیت: شبِ معراج نبی کریم ﷺ کی شانِ عبدیت کا اظہار یوں بھی ہوا کہ جب آپ ﷺ بلند مقامات پر جلوہ افروز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا مُحَمَّد! بِمَا أَشْرَفَكَ؟ ”اے محبوب! میں تجھے کیا شرف و عزت عطا کروں؟“۔ آپ ﷺ نے عرض کی: ”رَبِّ! بِأَنْ تَنْسِبَنِي إِلَى نَفْسِكَ بِالْعَبودية“۔ یعنی ”اے میرے رب! مجھے اپنا بندہ فرمادے۔“

(مفتاح الغیب [تفسیر کبیر]، باب التأویل فی معانی التنزیل [تفسیر خازن]، غرائب القرآن و رغائب الفرقان [تفسیر نیشاپوری]، تحت الآیۃ)

چنانچہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی چاہت کو پورا کیا اور فرمایا: سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ كَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بُرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ ”ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔“ [بنی اسرائیل 1:17]

دوسری آیت میں فرمایا: فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ... ”پس اُس (رب تعالیٰ) نے (شبِ معراج) اپنے پیارے بندے کی طرف وحی فرمائی، جو بھی وحی فرمائی۔“ [النجم 53:15]

ذکرِ عبدیت کا حُسن

نام دو طرح کے ہوتے ہیں، جو نام ذات کی پہچان کے لیے ہوتا ہے اُسے ”ذاتی نام“ کہا جاتا ہے اور جو کسی صفت اور وصف کو ظاہر کرے اُسے ”صفاتی نام“ کہا جاتا ہے۔

¹ وَاسْتَدِلَّ عَلَى أَنَّ رُؤْيَا اللَّهِ كَانَتْ بِعَيْنٍ بَصَرِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقْظَةً بِقَوْلِهِ: مَا زَاغَ الْبَصَرُ إِلَّا: لِأَنَّ وَصْفَ الْبَصَرِ بَعْدَ الزَّيْغِ يَقْتَضِي أَنَّ ذَلِكَ يَقْظَةٌ، وَلَوْ كَانَتْ الرُّؤْيَا قَلْبِيَّةً لَقَالَ: مَا زَاغَ قَلْبُهُ، وَأَمَّا الْقَوْلُ بِأَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمَرَادُ بِالْبَصَرِ بَصَرٌ قَلْبِيٌّ فَلَا بَدَلَةَ مِنَ الْقَرِينَةِ، وَهِيَ هُنَا مَعْدُومَةٌ. (روح البیان، تحت الآیۃ)

² یارسول اللہ! آپ کی کیا شان ہے! سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کئی پردوں میں رب تعالیٰ کی صفات کا جلوہ دیکھا تو اپنی کیفیت میں چلے گئے، آپ نے بلا حجاب ذاتِ باری تعالیٰ کا مسکراتے ہوئے دیدار کر لیا۔

عمومی طور پر ذاتی نام ایک ہی ہوتا ہے؛ کیونکہ اگر ذاتی نام ایک سے زیادہ ہوں تو ذات کی پہچان نہیں ہو سکتی، جب کہ صفاتی ناموں کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ جس کی صفات زیادہ ہوں اُس کی ہر صفت بیان کرنے کے لیے الگ نام رکھ لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص میں حفظ قرآن کی خوبی ہو تو اُسے حافظ کہتے ہیں، تجوید کے ساتھ پڑھنے کی صلاحیت بھی ہو تو حافظ و قاری کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے علم دین کی دولت سے بھی نوازا ہو تو حافظ و قاری و عالم، تینوں خوبیوں کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔

سب بڑھ کر شائیں رب تعالیٰ کی ہیں، اسی لیے اُس کے صفاتی نام بھی سب سے زیادہ ہیں۔ مخلوق میں نبی کریم ﷺ کی خوبیاں بے شمار ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کہا:

تیرے تو وصفِ عیبِ تنہا ہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے⁽¹⁾

جب خوبیاں بے شمار ہیں تو انہیں بیان کرنے کے لیے نام بھی متعدد ہیں۔ علامہ یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَالَّذِي وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ خَمْسِيَاثَةِ اَسْمَاءٍ۔ یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ کے 500 صفاتی نام معلوم ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد، جماع ابواب اسماء ﷺ، ج: 1، ص: 407)

عبدیت کا ذکر: سفر معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ نے صفاتی ناموں میں سے ”عبدہ“ (اپنا خاص بندہ) ذکر فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا یہ نام رب تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند بھی ہے اور اُسے اُن کی بندگی پر ناز بھی ہے۔⁽²⁾

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا انسان کے لیے سب سے بڑی عزت ہے۔ رب تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ انسان اُس کی بندگی اور اُس کی بارگاہ میں عاجزی اختیار کرے۔ ”عبد اللہ“ (بندہ خدا) ہونا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ لامکاں کی بلندیوں پر پہنچ کر سرکارِ دو عالم ﷺ نے رب کریم سے یہ مانگا کہ مجھے ”اپنا بندہ“ فرمادے۔ چنانچہ اُس نے قرآن مجید میں سفر معراج کا محبت بھرے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو ”اپنا پیارا بندہ“ ہی فرمایا ہے۔

¹ یارسول اللہ آپ کے اوصافِ حمیدہ کی انتہا نہیں، وہ تنہا ہی (ختم ہو جانے) کے عیب سے پاک ہیں، میرے آقا! میں حیران ہوں کہ آپ کی تعریف کرتے ہوئے کیا کیا کہوں؟

² قَالَ عَلِمَاؤُنَا: لَوْ كَانَ لِلنَّبِيِّ اسْمٌ اَشْرَفُ مِنْهُ لَسَمَّاهُ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ الْعَلِيَّةِ بِهِ۔ (احکام القرآن لابن العربی، 3/178، تحت الآیۃ)

افسوس کہ ہم خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہو کر بندگی اور عاجزی سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری پیدائش کا مقصود بندگی ہے اور جس مقصد کے لیے شے بنائی گئی ہو اگر وہ اُس مقصد کو پورا نہ کرے تو فضول سمجھی جاتی ہے۔

آج ہم چوہدری، سردار، جنرل، صاحب جی، دانشور، انجینئر، ڈاکٹر، اور بزنس مین.... سبھی کچھ ہیں، اگر کی ہے تو اُسی بندگی اور عاجزی میں ہے جو ہماری اصل عزت ہے۔

بندگی کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنے کاموں میں اپنی مرضی کے بجائے اپنے مالک کی مرضی اختیار کرے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے معاملات میں یہ نہ دیکھیں کہ ہماری ناقص عقل کیا کہتی ہے؟ دنیاوی فائدہ کس میں ہے؟ ظاہری عزت کس میں ہے؟ بلکہ یہ دیکھیں مالک جلّ جلالہ کی رضا کس میں ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہم سب کو اپنا بندہ بنائے اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ رب تعالیٰ ہمیں تحفہ معراج، یعنی نماز کی قدر اور پابندی نصیب فرمائے۔ صاحب معراج ﷺ کی رفعتوں کے طفیل مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ والہ وسلم